

نبی اکرم کی کفالت کس نے کی؟

جناب ابوطالبؑ یا جناب زبیر بن عبدالمطلبؑ

جناب پروفیسر ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

عام قارئین کو مضمون کا یہ عنوان عجیب معلوم ہوگا، بلکہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور بیشتر علماء و اہل دین کو اس سوال پر پریشان کن حیرت ہوگی، کیونکہ سیرت نبویؐ کی قدیم و جدید تمام کتابوں میں خواہ وہ عربی میں ہوں یا دوسری زبانوں (اردو، فارسی، انگریزی، فرنچ وغیرہ) میں یہی لکھا ہے کہ سرمد کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش آنحضرت کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے چچا ابوطالب کے زیر سایہ ہوئی اور اگرچہ وہ اسلام نہیں لائے لیکن بعثت نبویؐ کے بعد سے کفار قریش کے مقابلہ میں آنحضرت کی نصرت و تائید کا شرف ابوطالب کو ہی حاصل ہوا۔ انتہائی نامساعد حالات میں انہوں نے آنحضرت کا ساتھ دیا۔ تفصیل عام کتب سیرت میں مذکور ہیں۔ جب تک جناب ابوطالب زندہ رہے، کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ نہیں بنا سکے۔

اور یہی سب کچھ مسلمان ہر سال سیرت نبویؐ کے جلسوں اور اجتماعات میں علماء و مؤرخین سے سنتے رہے ہیں۔ اور یہی برسغیر کے مشہور ترین محقق سیرت نگار شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی اور قاضی سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ اللعالمین اور اس صدی کے مشہور ترین عرب سیرت نگار محمد حسین میکل مرحوم نے تحریر کیا ہے۔

گرافوس کہ اس سب کے برخلاف ہمارے ملک کے ایک صاحب جناب ضیاء الدین کرمانی نے اپنی کتاب "ابدی پیام کے آخری پیغامبر" میں (جو ان کی انگریزی کتاب :
 THE LAST MESSENGER WITH A LASTING MESSAGE

کا ترجمہ ہے) یہ انوکھا انکشاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ان کے مشہور چچا ابوطالب نے نہیں بلکہ ایک دوسرے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے زیر سایہ ہوئی، اور انہیں کی تائید و نصرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ ان کی یہی انوکھی سائے اس مضمون کی محرک ہے۔

ضیاء الدین کرمانی صاحب علمی دنیا اور تصنیف و تالیف کے میدان میں پہلے سے کوئی جانی پہچانی شخصیت نہیں ہیں۔ کتاب میں مؤلف کا جو تعارف لکھا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے مکھنویونیورسٹی سے تقسیم ہند سے کافی پہلے عربی میں ایم۔ اے کیا تھا۔ پھر چند سال وہیں عربی و اسلامی تاریخ پڑھائی۔ لیکن ان کی عمر غیر منقسم ہندوستان میں اور پھر پاکستان میں انفرمیشن ٹویپارٹمنٹ میں گزری۔ حتیٰ کہ وہ پاکستان کی وزارت اطلاعات میں ڈپٹی پرنسپل انفرمیشن آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ چالیس سال سے زائد عرصہ تک صحافتی اور سرکاری ذمہ داریاں نبھائے رہے۔ وہ یقیناً سرکاری حلقوں میں معروف شخصیت ہوں گے لیکن جو کتاب انہوں نے تحریر کی ہے اس کا تعلق صحافت سے نہیں بلکہ تاریخ اور سیرت نبوی سے ہے اور ایک تحقیقی کوشش ہے۔

کاتب سطور کا تعلق بھی عربی زبان اور اسلامی علوم و تاریخ سے ہے۔ یونیورسٹی کی بیشتر تعلیم بھی ایک عرب ملک میں ہوئی ہے اور کیمبرج سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد تقریباً چونتھائی صدی تک عرب ملکوں کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان اور اسلامی تاریخ و تمدن وغیرہ کے مضامین پڑھاتا رہا ہوں۔

جو کچھ میں آگے کہنا چاہتا ہوں اس کے لیے یہ تعارفی سطور لکھنا ضروری تھا مجھے اس وقت زیر نظر کتاب پر تبصرہ یا تنقید کرنا مقصود نہیں ہے، ہاں اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک (PROVOCATIVE) (ہیجان انگیز) کتاب ہے،

اور اس میں مصنف نے بڑے دعوے کئے ہیں، بلکہ ”انتساب“ کے تحت جو مختصر عبارت تخریر ہے وہ خود ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، اور جو افسوس کہ تنقید کی کسوٹی پر کھوٹا ثابت ہوتا ہے، اس پر لکھنے کا موقع انشا اللہ کسی دوسری فرصت میں ملے گا، اس وقت میں صرف اس موضوع پر بحث کروں گا جس کا عنوان میں ذکر کیا گیا ہے، انتاضرور کہوں گا کہ کتاب کا نام مذکورہ نام کے بجائے اگر ”سیرت نبوی کے بعض پیچیدہ مسائل“ ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا، اس لیے کہ کتاب میں پیغام رسالت کو تو نمایاں طور پر اجاگر نہیں کیا ہے، بعض مسائل کو پیچیدہ بنا کر ان پر بحث کی گئی ہے، جن میں بہت سے صحابہ کرام کی ہستیاں بھی ہیں، جس میں مصنف نے قدیم معتزلہ کی طرح بہت غیر محتاط اور بعید از ادب اسلوب بیان اختیار کیا ہے، بلکہ بعض اوقات انتہائی گستاخانہ ہے۔

جناب کرمانی صاحب نے مسئلہ زیر بحث پر اپنی کتاب کے باب پنجم میں صفحات ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱ پر ”داد تحقیق“ دی ہے۔ نہ معلوم انہوں نے بیچ میں صفحات ۵۸، ۵۹ پر بجیری (مصنف نے بجیرا لکھا ہے جو غلط ہے) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مسئلہ اٹھا مختصر بحث کیوں کی ہے؟

کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوطالب کی طرح زبیر بن عبدالمطلب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، لیکن مصنف کا یہ کہنا کہ حضرت عبدالمطلب کی آخری عمر میں زبیر نے سارے خاندان کی ذمہ داری سنبھال لی تھی، محض ایک دعویٰ ہے جس کے لیے انہوں نے کوئی بھی مستند کتابی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔ اور پھر یہ تصریح کہ ”عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرت کی پرورش کی ساری ذمہ داری زبیر ہی کے سر آ پڑی“ ایک بے بنیاد استنتاج ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے سرسید احمد خاں کی کتاب ”خطبات احمدیہ“ کا ایک حوالہ دیا ہے، جس کا سیرت کے لٹریچر میں کوئی خاص مقام نہیں اور وہ خود کسی قدیم حوالہ کی محتاج ہے۔ لیکن بقول مصنف سرسید بھی اس حقیقت کو نہ پہنچ سکے، جس کا انکشاف آنجناب نے کیا ہے۔ اور زبیر کا مقام جاننے کے باوجود اس کے قائل رہے کہ آنحضرت کی تربیت ابوطالب نے ہی کی۔

ابہ بتایا جائے کہ اس سے زیادہ علمی بددیانتی کیا ہوگی کہ کہ مافی صاحب نے اپنی مطلب
برہ آری کے لیے المیعقوبی کی عبارت کا آدھا اور ضروری جملہ ہی حذف کر دیا، اور ایسا
ہی کیا کہ کوئی انسان قرآن کریم کی آیت (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الصَّلَاةَ
كَافِرًا كَمَا كُنْتُمْ قَارِعِينَ) کی تلقین کرے اور اس کے مکمل جملہ (وَأَذِّنْ لَهُمْ سَكْرَاتٍ)

۶۱) وہ بھی ناقص ہے اور علمی دیانت سے بالکل دُور ہے، انہوں نے البلاذری کی عبارت
 اسی طرح البلاذری کی انساب الاشراف کی جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے (ص ۶۰)

”اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ زبیر کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و پرورش ابوطالب نے کی۔ یہ غلط ہے، کیونکہ زبیر معاہدہ حلف الفضول کے وقت حیات تھے، اور رسول اللہ کی عمر اس وقت بیس سال

سے زیادہ تھی۔“

کرمافی صاحب نے اصل عبارت کتاب کے آخر میں نوٹس میں دی ہے، لیکن افسوس کہ یہاں بھی انہوں نے ”لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ“ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے بعد کا ضروری جملہ حذف کر دیا ہے، جو یہ ہے: ”لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي أَنَّ شَخْصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الشَّامِ مَعَ ابْنِ طَالِبٍ بَعْدَ مَوْتِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ بِأَقْلٍ مِنْ خَمْسِ سَنِينَ“ انساب الاشراف، جلد ۱ ص ۸۵، جس کا مطلب یہ ہے: (علماء کے مابین اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کے ساتھ سفر شام عبدالمطلب کی وفات کے بعد پانچ سال سے کم کے عرصہ میں پیش آیا)۔

البلاذری نے اس بات کی تردید کی ہے کہ ”بعض لوگ“ جو کہتے تھے کہ آنحضرت کی کفالت زبیر بن عبدالمطلب نے کی، کیونکہ زبیر نے جب حلف الفضول میں شرکت کی تو اس وقت آنحضرت کی عمر بیس سال سے زائد تھی، حالانکہ جب آنحضرت کی عمر گیارہ یا بارہ سال تھی، اس وقت آپ ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر گئے تھے، تو پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی۔

اس کی وضاحت بہت کھل کر انساب الاشراف کے اس پیرا گراف میں اسی صفحہ پر ہوئی ہے، جس کو کرمافی صاحب نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ البلاذری لکھتا ہے:

ولما احتضر عبدالمطلب، جمع بنیہ، فاوصاهم
برسول الله صلى الله عليه وسلم وكان الزبير بن عبدالمطلب
وابوطالب اخوي عبد الله لأمه دأبيه، وكان الزبير
استرهما فاقترع الزبير وابوطالب ايهما يكفل رسول الله
صلى الله عليه وسلم - فاصابت القرعة فاخذته إليه
ويقال: بل اختاره رسول الله صلى الله عليه وسلم على
الزبير، وكان الطف عميه به، ويقال: بل اوصاه

عبدالمطلب بان یکفلہ بعد ۵

ترجمہ: جب عبدالمطلب کی جان کنی کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کی ہدایت کی۔ زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب (آنحضرت کے والد) عبد اللہ کے سگے بھائی تھے، زبیر ان میں بڑے تھے۔ سوزبیر اور ابوطالب کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرے گا۔ قرعہ ابوطالب کے نام نکلا، سو انہوں نے آنحضرت کو لے لیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو زبیر پر ترجیح دی، کیونکہ وہ دونوں چچاؤں میں آنحضرت کے ساتھ زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود عبدالمطلب نے یہ حیثیت کی کہ وہ (یعنی ابوطالب) ان کے بعد آنحضرت کی کفالت کریں۔

اسی طرح البلاذری نے قین اقوال نقل کئے ہیں، اور تینوں سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و تربیت ابوطالب کے حصہ میں آئی، اور آخری قول وہ ہے جس کی تائید البلاذری کے معاصر مورخ الیعقوبی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس پر تمام قدیم و جدید مورخین سیرت کا اتفاق ہے، خود البلاذری نے قرعہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ”یقال“ (یعنی کہا جاتا ہے) کا صبیحہ کسی مؤلف کی اپنی رائے کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔

اس ضمن میں مصنف نے بعد کے دو مورخین کی روایتیں زبیر بن عبدالمطلب سے متعلق نقل کی ہیں۔ ان کا نفس موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ابوطالب کی مفلسی سے متعلق جو روایت انہوں نے الیعقوبی سے نقل کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کے لیے لکھی ہے وہ ناقص اور یک طرفہ ہے۔ انہوں نے افسوس کہ مورخ الیعقوبی کے ان الفاظ کو چھپایا ہے، جو قدرے تنگ دستی کے باوجود ان کے سوسائٹی میں اعلیٰ مقام کا اشارہ دیتے ہیں یہ مورخ لکھتا ہے: مکان ابوطالب سیداً مشرفاً مطاعاً مہیاً مع املاقہ

(یعنی ابوطالب اپنی تنگ دستی کے باوجود ایک بار عرب، چڑھو قارہ، مانے ہوئے شریف سردار تھے۔ "تاریخ المبعوثین جلد ۱، ص ۱۲)۔

پھر خود کرمانی صاحب نے ہی اعتراف کیا ہے کہ "یہ عجیب عقدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر سیرت نگار زبیر کا حوالہ دینے اور خاص طور پر نام کے ساتھ ان کا ذکر کرنے سے کتراتے ہیں۔"

جناب کرمانی سے عرض ہے کہ یہ کوئی عقدہ نہیں۔ جب آنحضرت کی پرورش اور کفالت میں ان کا کوئی رول ہی نہیں تو سیرت نگار کیوں ان کا ذکر کریں۔ اور پھر کرمانی صاحب کو معلوم نہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب ایک ایسے بچے کی تربیت و کفالت کے لیے موزوں آدمی نہ تھے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اعلیٰ منصب کے لیے اختیار کیا تھا۔ اس کی تصدیق علامہ آلوسی عراقی کی اس تصریح سے ہوتی ہے، جو انہوں نے زبیر بن عبدالمطلب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب بلوغ العرب فی معرفۃ احوال العرب، الجزء الثالث کے صفحہ ۱۴ پر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "وكان شاعراً مفلحاً، شديداً لمعارضة، قدع المصحاء"۔ (یعنی وہ بہت عمدہ شاعر، سخت مقابلہ باز اور گندمی ہجو لکھنے والے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت ایک ایسے سخت گیر اور ہجو گو شاعر کے زیر اثر نہیں ہو سکتی تھی۔

سو تمام محدثین و مورخین اور سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے کہ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و کفالت کی وہی درست ہے، کرمانی صاحب یہ یاد رکھیں کہ امت اسلامیہ کا اجماع کسی غلط بات پر کبھی نہیں ہوا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس بارے میں مجتہد ہے۔ لا تجتمع امتی علی الضلالة اور اپنے نبی پاک کی سیرت کے معاملے میں امت اسلامیہ غلط اور گمراہ کن باتوں میں کبھی مبتلا نہیں ہوئی۔

پھر کرمانی صاحب کو صحیح بخاری میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی وہ حدیث بھی ذہن میں رکھنی چاہیے جو باب قصۃ ابی طالب میں مذکور ہے، جس کے الفاظ

میں: حدثنا العباس بن عبد المطلب رضي الله عنه قال للنبي صلى الله عليه وسلم ما اغضيت عن عمك فانه كان يخو طلك و يغضب لك، قال: هو في ضحضاح من نار، ولو لا انا لكان في الدرك الاسفل من النار وصحيح البخاری جلد ۶، ص ۲۵ طبعہ مکتبۃ الشعب، القاہرۃ)

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث اسی باب میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ جب کہ نہ سیر بن عبد المطلب کے بارے میں ہم کو کوئی حدیث کسی کتاب میں نظر نہیں آئی۔ معلوم نہیں جناب کرمانی نے اس موضوع پر قلم اٹھانا کیوں ضروری سمجھا، کیا واقعی یہ کوئی تحقیق طلب موضوع تھا، یا شیعہ مکتب فکر کی دشمنی میں ایسا کیا گیا ہے، ان کی کتاب میں بدنام زمانہ مصنف محمود احمد عباسی کی مختلف مقامات پر جو تعریف ہے، اور ان کی کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے انصار کی مختلف مقامات پر جو تنقیدیں ہیں اس یقین ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے ممدوح کی طرح خواہ مخواہ ناصبیت کے مرض میں مبتلا ہیں اور اسی لیے انہوں نے ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "بیت و کفالت کے شرف محروم کرنے کی بے جا اور مذموم کوشش کی ہے، اور افسوس کہ انہوں نے اس کو OBJECTIVITY (موضوعیت) کا غلط نام دیا ہے۔ الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت ابوطالب کے بارے میں کسی غلو کا شکار نہیں رہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں تاریخی عقائد کا بھی انکار کیا جائے اور توڑ مروڑ کر ناقص عربی عبارتیں حوالے دینے کو تحقیق کا نام دیا جائے۔ وصدق اللہ العظیم فی کتابہ العزیز، فاما الرد فی ذہب جفاء واما ما ینفع الناس فیہ کث فی الارض۔